حافظ عبدالسلام بُھٹوی حفظہ اللہ کا ترجمہ قرآن مجید :ایک تجزیاتی مطالعہ

فرحت نسیم علوی*

مقصود احمد**

ترجمہ قرآن مجید کی اہمیت اہل علم سے پوشیدہ نہیں کہ اس کے ذریعے ورثۃ الانبیاء "لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ"(۱) جیسے نزولِ قرآن کے عظیم مقصد کے حصول کی کوشش کرتے ہیں۔ ترجمہ قرآن مجید کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر علماءِ امت نے اس میدان میں قرآن مجید کی قابلِ قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ غیر عربی زبانوں میں قرآن مجید کے ترجمے کی داغ بیل صحابہ کرامؓ کے دور میں ان مقدس ہستیوں کے ہاتھوں ہی ڈال دی گئی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کچھ ایسے آثار ملتے ہیں کہ انھوں نے قرآن مجید کے کچھ الفاظ کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا۔(۲) قرآن مجید کا باقاعدہ ترجمہ کرنے کی ابتدائی اور منظّم کاوشیں بخارا کے سامانی سلاطین (۲۶۱-۳۷۹ھ) کے عہد سے شروع ہوتی ہیں۔(۳)

ہندوستان میں قرآن مجید کا پہلا مکمل ترجمہ کرنے کی سعادت ہندوستان کے نامور عالم دین شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کو حاصل ہوئی۔ انھوں نے ۱۷۳۷ء-۱۷۳۸ء میں فتح الرحمٰن کے نام سے قرآن مجید کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا(۴)۔ اردو زبان میں پہلا بامحاورہ مکمل ترجمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بیٹے شاہ عبدالقادر دہلوی رحمہ اللہ نے "موضح القرآن" کے نام سے کیا، جس کا سن تالیف ۱۲۰۵ھ ہے۔(۵)

اردو زبان میں بھی لفظی اور بامحاورہ دونوں قسم کے بہت سے تراجم کیے گئے۔ ڈاکٹر احمد خان صاحب کے مطابق قرآن مجید کے اردو تراجم کی تعداد اب تک ہزار سے متجاوز ہو چکی ہے۔(۶) اور ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں سترھویں صدی عیسوی سے بیسویں صدی عیسوی تک کے بے شمار تراجم کا تذکرہ کیا ہے۔(۷)

اہل علم جانتے ہیں کہ کسی عام آدمی کی بات کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرتے ہوئے اس کی ترتیب، حسن اور چاشنی کو سو فیصد برقرار نہیں رکھا جا سکتا۔ جب کسی انسان کے کلام کو دوسری زبان میں منتقل کرتے ہوئے ان تمام باتوں کو ملحوظ رکھنا مشکل ہے تو خالق کا کلام کہ تمام مخلوقات مل کر اس کی ایک چھوٹی سی سورت کا مثل پیش نہیں کر سکتیں، اس کو تمام خوبیوں سمیت کس طرح دوسری زبان میں منتقل کیا جا

*اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی آف سرگودھا، پاکستان؛ وزٹنگ اسسٹنٹ پروفیسر یونیورسٹی آف ٹورنٹو

** ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا، پاکستان

سکتا ہے؟اس لیے ترجمہ کرتے ہوئے انسان ہونے کے ناطے ہر ممکن کوشش کے باوجود کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی سقم رہ جاتا ہے اور ہر ترجمے میں بہتری کی گنجائش بہر حال موجود رہتی ہے۔

اردو اور عربی زبان میں جملے کی ترتیب اور تاکید کے انداز جیسے کئی فرق موجود ہیں۔ کئی مقامات پر عربی جملے میں تاکید ہوتی ہے لیکن اردو میں اس انداز کی تاکید مستعمل نہیں ہوتی، یا عربی میں صرف کلام میں وزن اور تاکید پیدا کرنے کے لیے ایک ہی جملے میں دو دو، تین تین الفاظ استعمال ہوتے ہیں جبکہ اردو زبان کا دامن اس حوالے سے ذرا تنگ ہے۔اس مجبوری کے پیشِ نظر اردو میں ترجمے کرتے ہوئے قرآن مجید کے تمام الفاظ کا ترجمہ نہیں کیا جا سکتا، یا بعض اوقات اردو جملے کی ترتیب اور سلاست کو ملحوظ رکھتے ہوئے کچھ الفاظ چھوڑنا پڑ جاتے ہیں۔ یہ بات تقریباً ہر ترجمے میں موجود ہے۔ اگر کسی مترجم نے اس بات کا اہتمام کیا بھی ہے کہ ترجمے میں کوئی لفظ چھوٹنے نہ پائے تو وہ مکمل ترجمے میں اس اہتمام پر کاربند نہیں رہ پایا۔

حافظ عبدالسلام بن محمد بھٹوی صاحب □ (۸) نے ۲۰۰۷ء میں اس دعوے کے ساتھ قرآن مجید کا اردو ترجمہ کیا کہ قرآن مجید کا کوئی حرف بھی ایسا نہیں ہے کہ جسے ترجمے میں ذکر کیے بغیر قرآن مجید کا مقصود درست انداز میں واضح ہو سکے اور انھوں نے اپنے ترجمے میں اس دعوے کو حتی المقدور ثابت کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔ انھوں نے قرآن مجید کے ہر لفظ اور ہر حرف کو اردو ترجمے میں سمونے کی کوشش کی ہے اور اپنے اس اہتمام پر شروع سے آخر تک حتی الوسع کاربند بھی رہے ہیں۔ ان کی یہ کاوش ترجمہ قرآن مجید کے علمی ذخیرہ میں ایک مفید اور قابلِ قدر اضافہ ہے۔ ان سطور کو ضبطِ تحریر میں لانے کا مقصد ان کے ترجمے کے مالہ وماعلیہ کو بیان کرنا ہے۔

حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب کا ترجمہ بہت سی خوبیوں کا حامل ہے،اس ترجمے میں انھوں نے گرائمر اور بلاغت کے اصولوں کا انتہائی باریک بینی سے خیال رکھا ہے۔ بھٹوی صاحب نے ترجمہ کرتے ہوئے تعریف کے لیے آنے والے الف لام اور تنوین تک کے مفہوم کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔اور ضمائر وغیرہ کے ترجمے کا بھی نہایت عمدہ اہتمام کیا ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ انھوں نے یہ کوئی نئی چیز پیش کی ہے۔ یہ اصول و قواعد گرائمر اور بلاغت کی کتابوں میں پہلے سے موجود ہیں۔اور ان سے قبل مترجمین نے ترجمہ کرتے ہوئے ان کی تطبیق بھی کی ہے لیکن پورے قرآن مجید کے ترجمے میں اس اہتمام پر کاربند نہ رہ سکے۔ مثال کے طور پر اکثر مترجمین نے کئی جگہ پر مبالغے کے صیغے "قدیر" کا ترجمہ کرتے ہوئے اسے "قادر" سے مختلف کیا ہے لیکن چند مقامات کے علاوہ باقی ترجمے میں اس فرق کا

اہتمام نظر نہیں آتا۔ بھٹوی صاحب کے ترجمے کی خوبی یہ ہے کہ انھوں نے ترجمے میں جن باتوں کا اہتمام کیا ہے، تقریباپورے قرآن مجید میں اس اہتمام پر کاربند بھی رہے ہیں۔

بھٹوی صاحب کے ترجمے کی بنیادی خوبی یہ ہے کہ انھوں نے کوشش کی ہے کہ قرآن مجید کا کوئی بھی حرف ترجمہ میں چھوٹنے نہ پائے اور ترجمہ حتی الامکان قرآن مجید کے الفاظ کے قریب ترین ہو۔ذیل میں ہم ان کے ترجمے کی نمایاں خصوصیات ذکر کرتے ہیں جو اس ترجمے کو تراجم کے ذخیرہ میں ایک نمایاں مقام عطا کرتی ہیں:

مبالغے کے صیغے کا ترجمہ:

عربی زبان میں کسی اسم میں مبالغے کا مفہوم پیش کرنے کے لیے کچھ خاص اوزان بنائے گئے ہیں جیسے فَعِیل، فَعّال، فعول، فَعِل اور مِفعال وغیرہ ۔ان اوزان پر آنے والے اسماء میں دیگر اسماء کی نسبت مبالغے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔[۹] لیکن ان اسماء کا اردو میں ترجمہ کرتے ہوئے بعض اوقات یہ فرق ملحوظ نہیں رہتااور قادر اور قدیر، عالم اور علیم، غافر اور غفور، تائب اور تواب، شاکر اور شکور وغیرہ کا ترجمہ ایک جیسا ہی ہو جاتا ہے۔

بھٹوی صاحب نے ان الفاظ کا ترجمہ کرتے ہوئے اس فرق کو ملحوظ رکھا ہے۔اور مبالغے کے صیغے کا ترجمہ کرتے ہوئے اردو میں ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جن سے مبالغے کا مفہوم واضح ہو اور ترجمے کو سادہ اسم فاعل وغیرہ سے مختلف کرنے کی کوشش کی ہے۔ان کے اس ااہتمام کی وجہ سے ان کا ترجمہ قرآن مجید کے الفاظ کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔

ان کے ترجمے سے مبالغے کے صیغے کے ترجمے کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱. إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ[۱۰]

"بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے"[۱۱]

۲. وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ[۱۲]

"اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے"[۱۳]

۳. إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ[۱۴]

"یقینا وہی ہے جو بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے"[۱۵]

ان آیات میں بھٹوی صاحب نے مبالغے کے صیغوں کا ترجمہ کرتے ہوئے انہیں اسم فاعل کے ترجمے سے مختلف کیا ہے اور "پوری طرح قادر"، "خوب جاننے والا"، "بہت توبہ قبول کرنے والا"، "نہایت رحم والا" کہہ کر ان میں مبالغے کے مفہوم کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

تاکید کے الفاظ:

عربی زبان میں تاکید کے لیے لامِ تاکید، لامِ مزحلقہ ، قد، لقد ، نونِ تاکیداور إنّ وغیرہ جیسے بہت سے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ایک ہی جملے میں تاکید کے کئی حروف لائے جاتے ہیں۔ لیکن اردو میں اس قدر تاکید کے الفاظ استعمال نہیں ہوتے۔اس لیے اردو ترجمے میں تاکید کے تمام الفاظ کا مفہوم ادا کرتے ہوئے ذرا دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات تو کسی جملے میں موجود ایک ہی حرفِ تاکید بھی نظر انداز ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اس سے پیدا ہونے والی تاکید ختم ہو کر رہ جاتی ہےاور بعض اوقات ایک سے زیادہ حروفِ تاکید میں سے کسی ایک کا ترجمہ کر دیا جاتا ہے اور اردو محاورےاور اسلوب کی مجبوری کی وجہ سے باقی حروف کا ترجمہ نہیں ہو پاتا۔

بھٹوی صاحب نے کوشش کی ہے کہ اردو محاورےاور اسلوب کے قریب رہتے ہوئے تاکید کے تمام حروف اور اسالیب کا مفہوم ادا کیا جائے۔ان کے ترجمے سے تاکید کے الفاظ کے ترجمے کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

لامِ تاکید: وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ خَيْرٌ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ[١٦]

"اور اگر وہ ایمان لاتے اور بچتے تو یقیناً اللہ کے پاس سے تھوڑا ثواب بھی بہت بہتر تھا، کاش! وہ جانتے ہوتے "[١٧]

لامِ مزحلقہ: إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ[١٨]

" بے شک سب لوگوں سے ابراہیم کے زیادہ قریب یقیناً وہی لوگ ہیں جنھوں نے اس کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے، اور اللہ ہی ایمان والوں کا دوست ہے "[١٩]

قد: قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِنْ رِزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ[٢٠]

" بلاشبہ سب لوگوں نے اپنی پینے کی جگہ معلوم کرلی، کھاؤ اور پیو اللہ کے دیے ہوئے میں سے اور زمین میں فساد کرتے ہوئے دنگا نہ مچاؤ"[٢١]

لقد: وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ[٢٢]

"اور بلاشبہ یقیناً تم ان لوگوں کو جان چکے ہو جو تم میں سے ہفتے (کے دن) میں حد سے گزر گئے تو ہم نے ان سے کہا ذلیل بندر بن جاؤ"[٢٣]

نونِ تاکید: فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا[٢٤]

" تو یقیناً ہم تجھے اس قبلے کی طرف ضرور پھیر دیں گے جسے تو پسند کرتا ہے"[٢٥]

إنّ: إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ[٢٦]

"بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے"[٢٧]

تنوین اور الف لام کا ترجمہ:

عربی زبان میں تنوین تعظیم تنکیر اور تحقیر وغیرہ جیسے بہت سے معانی کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ اسی طرح الف لام بھی عہد ذہنی، حضوری اور استغراق وغیرہ جیسے معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ بھٹوی صاحب نے موقع کی مناسبت سے تنوین اور الف لام کا ترجمہ کرنے کا بھی اہتمام کیا ہے۔۔ بھٹوی صاحب کے ترجمے سے تنوین اور الف لام کے ترجمے کی مثالیں درج ذیل ہیں:

تنوین: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ(۲۸)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو ! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید وفروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں "(۲۹)

اس آیت میں بھٹوی صاحب نے بَيْعٌ، خُلَّةٌ اور شَفَاعَةٌ تینوں الفاظ پر آنے والی تنوین سے تنکیر کا معنی لیتے ہوئے ان الفاظ کے ترجمے میں "کوئی" کا لفظ استعمال کر کے تنوین کے عموم اور شمول کو واضح کیا ہے۔

الف لام: فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ(۳۰)

"تو بے شک اللہ سب کافروں کا دشمن ہے "(۳۱)

اس آیت میں بھٹوی صاحب نے الْكَافِرِينَ پر آنے والے الف لام کو استغراق کے معنی میں قرار دیتے ہوئے اس کا ترجمہ "سب" کیا ہے۔

مفعول مطلق کا مفہوم:

مفعول مطلق بیانِ نوع، بیانِ عدد اور تاکید جیسے مقاصد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اگر مفعول مطلق کے ساتھ اس کی کوئی صفت موجود ہو تو اردو میں اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے لیکن اگر صفت نہ ہو اور مفعول مطلق اکیلا ہو تو اردو میں ترجمہ کرتے ہوئے یہ عموماً نظر انداز ہو جاتا ہے۔ اور اردو جملے میں اس کا مفہوم واضح نہیں ہو پاتا۔ بھٹوی صاحب نے ترجمہ کرتے ہوئے مفعول مطلق کا مفہوم بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن چونکہ اردو میں مفعول مطلق اس طرح استعمال نہیں ہوتا اس لیے بھٹوی صاحب کا ترجمہ کچھ نامانوس سا محسوس ہوتا ہے۔

تمام الفاظ اور حروف کا ترجمہ:

بھٹوی صاحب نے کوشش کی ہے کہ کوئی لفظ بلکہ کسی خاص معنی کے لیے استعمال ہونے والا کوئی حرف بھی بغیر ترجمہ کے نہ رہے۔ "اَن" کو عموماً زائد کہہ کر اس کا ترجمہ نہیں کیا جاتا، حافظ صاحب نے اس کا مفہوم بھی

ترجمے میں سمونے کی کوشش کی ہے۔اور حروفِ جر کے مختلف معانی کو بھی ترجمے میں واضح کیا ہے۔اور کلمہ میں حروف کی کمی بیشی کو بھی ترجمہ میں ملحوظ رکھا ہے۔

مثال کے طور پر ما نافیہ کی خبر پر داخل ہونے والے باء جارہ کو عموماً زائد کہہ دیا جاتا ہے اور اس کا کوئی ترجمہ نہیں کیا جاتا۔ لیکن بھٹوی صاحب نے اس کا مفہوم بھی بیان کیا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ(۳۲)

"اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے، حالانکہ وہ ہرگز مومن نہیں"(۳۳)

اس آیت میں بھٹوی صاحب نے الناس پر داخل ہونے والے مِن کا معنی تبعیض کیا ہے اور ما نافیہ کی خبر پر داخل ہونے والے باء جارہ کا مفہوم تاکید کے ساتھ واضح کیا ہے۔

حصر اور تخصیص:

بھٹوی صاحب نے عبارت میں تقدیم وتاخیر یا کسی اور وجہ سے پیدا ہونے والے حصر اور تخصیص کو بھی ترجمے میں واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ جیسے سورۃ البقرۃ کی اس آیت میں ہے:

وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ(۳۴)

"اور آخرت پر وہی یقین رکھتے ہیں"(۳۵)

اس آیت مبارکہ میں "بِالْآخِرَةِ"، "يُوْقِنُوْنَ" کے متعلق ہے۔ جملے کی اصل ترتیب يُوْقِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جار مجرور کو فعل پر مقدم کر دیا اور مزید تاکید کے لیے درمیان میں ضمیر الفصل "هُمْ" ذکر کر دی۔ اگر "بِالْآخِرَةِ" جملے میں اپنی اصل جگہ یعنی "يُوْقِنُوْنَ" کے بعد ہوتا اور الگ سے ضمیر بھی ذکر نہ کی جاتی تو اس میں کوئی حصر نہیں تھا، لیکن متعلق (جار مجرور) کی فعل پر تقدیم اور ضمیر کو الگ سے ذکر کرنے سے فاعل میں حصر پیدا ہو گیا کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ "تقديم ما حقه التأخير يفيد الحصر"(۳۶) کلام میں جس لفظ کی اصل جگہ بعد میں ہے اسے پہلے ذکر کرنے سے حصر پیدا ہوتا ہے۔اس لیے صحیح ترجمہ یہی ہو گا کہ "اور آخرت پر وہی یقین رکھتے ہیں" یعنی دراصل متقین ہی ہیں جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ جو لوگ آخرت پر ایمان کا دعوی کرتے ہیں ان کے دعوی کی کوئی حیثیت نہیں۔ ترجمہ میں اس قدر باریک بینی اس ترجمے کی بہت بڑی خوبی ہے۔

صیغے کے مطابق الفاظ کا ترجمہ:

بھٹوی صاحب نے کوشش کی ہے کہ جہاں تک اردو کا اسلوب اجازت دے، ہر لفظ کا ترجمہ اسی کے صیغے کے مطابق ہو۔اس لیے انھوں نے:

- فعل کا ترجمہ فعل میں کیا ہے اور اسم کا اسم میں۔ جبکہ عربی سے اردو ترجمہ کرتے ہوئے بعض اوقات فعل کی جگہ اسم یا اسم کی جگہ فعل استعمال کر لیا جاتا ہے۔
- بعض اوقات اسم فاعل کا ترجمہ کرتے ہوئے اس کا مفہوم فعل مضارع میں بیان کر دیا جاتا ہے لیکن بھٹوی صاحب نے ایسا نہیں کیا بلکہ اسم فاعل کا ترجمہ اسم فاعل کی صورت میں ہی کیا ہے۔
- بُھٹوی صاحب نے کوشش کی ہے ترجمہ کرتے ہوئے فعل ماضی کا ترجمہ حال میں اور مستقبل کا ماضی میں نہ ہو بلکہ ہر لفظ کا ترجمہ اس کی نحوی اور صرفی حیثیت کو مد نظر رکھ کر کیا جائے۔
- انہوں نے کلمہ میں حروف کی کمی بیشی کو بھی ترجمہ میں ملحوظ رکھا ہے۔

ممکن ہے کوئی یہ کہے کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ:

- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا کا ترجمہ "اے ایمان والو!" کیا جائے یا "اے لوگو جو ایمان لائے ہو"
- الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ کا ترجمہ "اہل کتاب" کیا جائے یا "وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی"
- هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ کا ترجمہ "ہمیشہ اس میں رہیں گے" کیا جائے یا "ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہیں"

یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان دونوں ترجموں میں صرف الفاظ کا فرق ہے مفہوم میں کوئی فرق نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی بھی ذی شعور انسان اپنے کلام میں الفاظ کا انتخاب سوچ سمجھ کر کرتا ہے۔ خاص طور پر قانون سے وابستہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ قانونی دستاویزات میں ہر ہر لفظ خوب چھان پھٹک کر لکھا جاتا ہے، نہ تو ضرورت سے زائد کوئی لفظ لکھا جاتا ہے اور نہ ضرورت کا کوئی لفظ چھوڑا جاتا ہے۔ اور بالکل وہی لفظ استعمال کیا جاتا ہے جس کی وہاں ضرورت ہو، بلا وجہ کوئی متبادل یا مترادف استعمال نہیں کیا جاتا۔

جب انسان اپنے کلام اور قانونی تحریروں میں اس قدر محتاط ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ خالقِ کائنات جس کے کلام کا ایک ایک حرف قانون کی حیثیت رکھتا ہے اس میں اسم کی جگہ فعل استعمال کیا گیا ہو اور فعل کی جگہ اسم۔ تو صحیح بات یہی ہے کہ اگرچہ ہمیں ترجمے میں کوئی بھی فرق نظر نہ آئے پھر بھی قرآن مجید کا ترجمہ کرتے ہوئے ہمیں حتی الامکان وہی الفاظ استعمال کرنے چاہییں جو قرآن مجید نے کیے ہیں۔ اور تمام الفاظ کی نحوی اور صرفی حیثیت کو مد نظر رکھ کر ہی ترجمہ کرنا چاہیے۔

کان کا "لم یزل" اور دیگر معانی میں استعمال:

فعل ناقص کان مختلف معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ بھٹوی صاحب نے اس بات کو ملحوظ رکھا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے کسی اسم یا صفت کے ساتھ آنے والے "کَانَ" کو "لم یزل" کے معنی میں کر کے اس کے معنی میں دوام کا معنی واضح کیا ہے۔ جیسے:

۱. إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا(۳۷)

"بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے"(۳۸)

۲. إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَحِيمًا(۳۹)

"بے شک اللہ ہمیشہ سے بے حد توبہ قبول کرنے والا، نہایت مہربان ہے"(۴۰)

بعض عربی مفسرین نے كَانَ کے اس مفہوم کو مختلف مقامات پر اجاگر کیا ہے۔ مثلا "وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا"(۴۱) کی تفسیر میں ابو حیان نے فرمایا: "وكان يستعمل كثيراً بمعنى لم يزل، فالمعنى: أنَّ ذلك لم يزل فاحشة، بل هو متصف بالفحش في الماضي والحال والمستقبل"(42) (كَانَ کا استعمال لم یزل کے معنی میں بہت زیادہ ہے، تو معنی یہ ہو گا کہ یہ بات ہمیشہ سے بے حیائی ہے بلکہ یہ کام ماضی حال اور مستقبل تینوں زمانوں میں اسی وصف سے متصف ہے اور رہے گا) سید ابو الاعلیٰ مودودی صاحبؒ نے بھی تفہیم القرآن میں ایک مقام پر اس معنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے ترجمہ کیا ہے۔ انھوں نے إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا(۴۳) کا ترجمہ "تو ہمیشہ ہمارے حال پر نگران رہا ہے" کیا ہے۔(۴۴) یعنی انہوں نے بھی کان سے ہمیشگی کا معنی مراد لیا ہے۔

تنقیدی جائزہ:

بھٹوی صاحب نے ترجمہ کرتے ہوئے کچھ مقامات پر جو انداز اختیار کیا ہے وہ اردو اسلوب اور محاورے کے خلاف ہے۔ ایسے مقامات کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ بطورِ مثال چند باتیں ملاحظہ ہوں:

۱. بھٹوی صاحب نے ترجمے کے لیے زیادہ تر آسان زبان استعمال کی ہے۔ اور اردو اسلوب اور محاورے کو مد نظر رکھا ہے۔ لیکن کچھ مقامات پر وہ قرآن مجید کے الفاظ کے قریب قریب ترجمہ کرنے کی کوشش میں اردو کے مستعمل اسلوب سے بہت دور چلے گئے۔ جیسے وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ(45) کا ترجمہ انھوں نے "اور جب ان میں سے بعض بعض کی طرف اکیلا ہوتا ہے"(46) کیا ہے۔ "بعض" اردو میں اس طرح اتنا زیادہ استعمال نہیں ہوتا۔ اردو میں اس مفہوم کو ادا کرنے کے لیے "آپس میں" یا "ایک دوسرے کے پاس" کہا جاتا ہے۔ انھوں نے بَعْضٍ کا ترجمہ کرتے ہوئے تقریباً ہر جگہ ایسا ہی انداز اختیار کیا ہے۔ اس جگہ ترجمے میں بہتری لانے کی ضرورت ہے۔

۲. اسی طرح فعل امر اور لامِ امر کا ترجمہ کرتے ہوئے بھٹوی صاحب کبھی کبھی "لازم ہے" استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ اردو میں فعل امر ان الفاظ کے بغیر استعمال کیا جاتا ہے۔ انھوں نے اکثر آیات میں

فعل امر کا ترجمہ ان الفاظ کے بغیر ہی کیا ہے، لیکن کچھ آیات میں یہ الفاظ استعمال کیے ہیں، حالانکہ یہ الفاظ استعمال کرنا صحیح نہیں۔

۳. بھٹوی صاحب نے ترجمہ کرتے ہوئے مفعول مطلق کا مفہوم بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن چونکہ اردو میں مفعول مطلق اس طرح استعمال نہیں ہوتا اس لیے بھٹوی صاحب کا ترجمہ کچھ نامانوس سا محسوس ہوتا ہے۔ اگر مفعول مطلق بیانِ نوع اور بیانِ عدد کے لیے ہو تو اردو میں اس کا مفہوم آسانی سے واضح کیا جا سکتا ہے۔ لیکن قرآن مجید میں مفعول مطلق کا زیادہ استعمال بیانِ نوع یا عدد کی بجائے تاکید کے لیے ہے۔ اس کا ترجمہ کرتے ہوئے بھٹوی صاحب اردو اسلوب سے بہت دور چلے گئے ہیں۔ مثلاً سورۃ الاحزاب کی آیت "وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا"[۴۷] کا ترجمہ انہوں نے "اور انھوں نے نہیں بدلا کچھ بھی بدلنا"[48] کیا ہے۔

اگر "ہی"، "بھی" یا ان جیسا کوئی لفظ لا کر تاکید کے مفہوم کو بیان کر دیا جائے تو اردو اسلوب کے قریب رہتے ہوئے مفعول مطلق کا ترجمہ کرنا ممکن ہے۔ اگر مذکورہ بالا آیت کا ترجمہ "اور انھوں نے کچھ بھی نہیں بدلا" یا "انھوں نے بالکل بھی تبدیلی نہیں کی" کر لیا جائے تو یہ بھٹوی صاحب کے ترجمے کی طرح نامانوس نہیں لگے گا۔ بھٹوی صاحب نے مفعول مطلق کا ترجمہ کرنے کی کوشش تو کی ہے لیکن اس میں مزید بہتری کی گنجائش موجود ہے۔

مندرجہ بالا بحث کو سمیٹتے ہوئے اس کا خلاصہ ان نکات میں پیش کیا جاتا ہے:

۱. بھٹوی صاحب نے قرآن مجید کے ہر لفظ کو اردو ترجمے میں بیان کرنے کی جو کوشش کی ہے اور جس باریک بینی سے یہ کام سرانجام دیا ہے اس کی بناء پر ان کا ترجمہ قرآن مجید کے اردو تراجم کے ذخیرے میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ اور ان کا یہ کام قرآن مجید کی ایک مثالی خدمت ہے۔

۲. انھوں نے کوشش کی ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ کے قریب رہ کر ترجمہ کیا جائے۔ اور ترجمہ کرتے ہوئے حتی الامکان وہی اسلوب اختیار کیا جائے جو قرآن مجید نے کیا ہے۔

۳. انھوں نے اپنے ترجمے میں الف لام، تنوین اور حروف جر وغیرہ کے معنی کو بھی واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

۴. بہت سی خوبیوں کے باوجود ان کے ترجمے میں کچھ مقامات پر اصلاح کی ضرورت ہے۔ جن میں کچھ مقامات کا تنقیدی جائزہ مذکورہ بالا سطور میں پیش کیا گیا ہے۔ مستقبل میں کوئی مترجم بھٹوی صاحب کے اسلوب کو اختیار کر کے اس میں بہتری پیدا کر سکتا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱ سورۃ النحل: ۴۴

۲ تفصیل کے لیے دیکھیے: ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد کوفی، المصنف فی الاحادیث والآثار، ریاض سعودی عرب، مکتبۃ الرشد، طبع اول: ۱۴۰۹ھ، ۱۰ / ۴۷۳، کتاب فضائل القرآن، باب ما فسّر بالفارسیۃ، اور الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان فی تاویل القرآن، تحقیق: احمد محمد شاکر، ، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، طبع اول ۲۰۰۰ء: ۲۴ / ۶۰۸

۳ شطاری، سید حمید، ڈاکٹر، قرآن مجید کے اردو تراجم و تفاسیر کا تنقیدی مطالعہ (۱۹۱۴تک) (پی ایچ ڈی مقالہ)، حیدرآباد ہند، نیشنل فائن پرنٹنگ پریس چار کمان، طبع اول: ۱۹۸۲ء ص: ۱۹

۴ محمد اکرام، شیخ، رود کوثر، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۰۵، ص: ۵۵۲

۵ قرآن مجید کے اردو تراجم و تفاسیر کا تنقیدی مطالعہ (۱۹۱۴تک) ص: ۲۳

۶ تفصیل کے لیے دیکھیے: احمد خان، ڈاکٹر، قرآن کریم کے اردو تراجم (کتابیات)، ادارہ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۷ء

۷ تفصیل کے لیے دیکھیے: صالحہ، ڈاکٹر عبدالحکیم شرف الدین، قرآن مجید کے اردو تراجم (تاریخ، تعارف، تبصرہ، تقابلی جائزہ) (پی ایچ ڈی مقالہ)، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱۹۸۱ء

۸ حافظ عبدالسلام بن حافظ محمد ابوالقاسم بن حسین بن اسماعیل بُھٹوی۔ آپ ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ بمطابق ۲۷ اگست ۱۹۴۶ء کو ضلع قصور میں پیدا ہوئے۔ تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ میں موجود اپنے گاؤں بُھٹہ محبت کی نسبت سے بُھٹوی کہلائے۔ آپ نے میٹرک تک سکول کی تعلیم حاصل کی۔ دینی تعلیم حفظ القرآن سے شروع کی۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد اور جامعہ محمدیہ اوکاڑہ سے سند فراغت حاصل کی۔ فاضل عربی، فاضل فارسی اور طب جدید نظریہ مفرد اعضاء کے کورسز کیے۔ آپ ۱۹۶۶ء سے تادمِ تحریر گزشتہ ۵۲ سال سے شعبہ تدریس سے منسلک ہیں اور صحیح بخاری اور دیگر کتب کی تدریس میں مصروف ہیں۔ آپ کی تصانیف میں ترجمہ القرآن الکریم (اردو)، تفسیر القرآن الکریم (چار جلدیں)، شرح کتاب الجامع و کتاب الطہارۃ من بلوغ المرام، مسلمانوں کو کافر قرار دینے کا فتنہ اور مسلمانوں میں ہندوانہ رسوم ورواج شامل ہیں۔

۹ حملاوی، ڈاکٹر احمد، شذا العرف فی فن الصرف، التقوی، مصر، طبع اول: ۲۰۱۲ء: ۱ / ۵۰

۱۰ سورۃ البقرۃ: ۲۰

۱۱ بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، لاہور پاکستان، دارالاندلس، ۲۰۱۳ء، ص: ۱۹

۱۲ سورۃ البقرۃ: ۲۹

۱۳ بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص: ۲۱

۱۴ سورۃ البقرۃ: ۳۷

۱۵ بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص: ۲۳

۱۶ سورۃ البقرۃ: ۱۰۳

۱۷ بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص: ۳۴

۱۸ سورۃ آل عمران: ۶۸

۱۹ بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص: ۸۵

۲۰ سورۃ البقرۃ: ۶۰

۲۱ بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص: ۲۶

۲۲ سورۃ البقرۃ: ۶۵

۲۳ بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص: ۲۷

۲۴ سورۃ البقرۃ: ۱۴۴

۲۵ بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص: ۴۱

۲۶ سورۃ البقرۃ: ۱۴۸

۲۷ بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص: ۴۲

۲۸ سورۃ البقرۃ: ۲۵۴

۲۹ بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص: ۶۵

۳۰ سورۃ البقرۃ: ۹۸

۳۱ بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص: ۳۳

۳۲ سورۃ البقرۃ: ۸

۳۳ بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص: ۱۸

۳۴ سورۃ البقرۃ: ۴

۳۵ بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص: ۱۷

۳۶ الحسینی الکفومی، ابو البقاء ایوب بن موسیٰ، کتاب الکلیات (معجم فی المصطلحات والفروق اللغویۃ)، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۹۹۸ء، ۲/ ۲۰۰

۳۷ سورۃ النساء: ۱

۳۸ بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص: ۱۰۷

۳۹ سورۃ النساء: ۱۶

۴۰ بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص: ۱۱۱

۴۱ سورۃ الاسراء: ۳۲

۴۲ ابو حیان، محمد بن یوسف الاندلسی، تفسیر البحر المحیط، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان، طبع اول: ۲۰۰۱ء: ۱۴/ ۲۸۱

۴۳ سورۃ طٰہٰ: ۳۵

۴۴ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، طبع پنجدہم: ۱۹۹۴ء، ۳/۹۳

۴۵ سورۃ البقرۃ: ۶۷

۴۶ بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص: ۲۹

۴۷ سورۃ الاحزاب: ۲۳

۴۸ بھٹوی، حافظ عبدالسلام بن محمد، القرآن الکریم (اردو ترجمہ)، ص: ۵۱۹